بشارتِ نبوی ﷺ سے متعلق ایک گمراہی کا ردّ

از: مولانا رشید احمد فریدی
مدرسہ مفتاح العلوم تراج، سورت

تمہید

رحمۃ للعالمین سید المرسلین شفیع المذنبین سرورِ کائنات فخر موجودات محمد مصطفی احمد مجتبیٰ ﷺ کی عظمت ومحبت اور تکریم وتوقیر کا خاص جذبہ اہلِ ایمان کے قلوب میں ہمیشہ موجود رہتا ہے اور آپ کی ذات سراپا کمالات کا ایک ایک جزء ہی نہیں ایک ایک ادا اس قدر عظیم ہے کہ دنیا کی دولت کیا ایک مؤمن اس کی عظمت پر اپنی جان قربان کرنے کے لیے تیار ہوجاتا ہے، بھلا وہ کب رسول اللہ ﷺ کے حق میں بے ادبی گوارہ کرسکتا ہے۔

عرض یہ ہے کہ رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ سے کچھ عرصہ پہلے بلساڑ (گجرات) میں ''فاتی والا'' خاندان کے ایک شخص کے متعلق چرچا شروع ہوگیا تھا، بڑھتے بڑھتے ۱۴۳۴ھ کے فریضۂ حج کے بعد سے اعتقاد کا بازار گرم ہونے لگا؛ چنانچہ لوگ فاتی والا کی ملاقات کے لیے بلساڑ کا رخ کرنے لگے۔ آنے والوں کے سامنے ایک تسبیح زیارت کے لیے پیش کی جاتی تھی اور ساتھ ساتھ یہ کہا جاتا کہ یہ تسبیح حضور ﷺ کی طرف سے پہنچی ہے، عقیدت سے زیارت کے لیے جانے والوں میں کثرت سے عورتیں بھی ہوتی ہیں، آنے والوں کے سامنے صاحبِ واقعہ کے متعلق عجیب وغریب من گھڑت واقعات خواب کے روپ میں بتائے جاتے۔ بالآخر بہت سارے واقعات میں سے تہتر کو قلم بند کرکے کتابی شکل میں مرتب کرلیا گیا اور پھر رمضان ۱۴۳۴ھ سے چند دن قبل شہر سورت میں ''دُرُّالحرمین فی مبشَّرات رسولِ الثقلین'' کے نام سے کتاب کا اجراء ہوا۔

شوال ۱۴۳۴ھ میں ایک عالم نے مذکورہ کتاب راقم کو یہ کہہ کردی کہ اس میں تو عجیب

وغریب باتیں ہیں، تاکہ میں ان کو مطالعہ کے بعد حقیقت سے آگاہ کروں۔ چند دن کے بعد ہمارے مدرسہ کے ایک مدرس بھی یہی کتاب لے کر آئے اور کہنے لگے کہ اس میں تو حضور ﷺ کے خلاف عجیب عجیب باتیں لکھی ہیں، جب میں نے مطالعہ شروع کیا تو عجائب سے بڑھ کر مفاسد سامنے آتے گئے یہاں تک کہ اس کی تردید ضروری معلوم ہوئی؛ چنانچہ میں نے پوری کتاب مکمل گہری نظر سے پڑھی، اور عام مسلمان کے اعتقاد کی حفاظت کے لیے اور فتنہ سے بچانے کی غرض سے تفصیلی وتحقیقی جائزہ پیش کیا ہے؛ تاکہ مذکورہ کتاب کے اندر حضور ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے ساتھ جو بے ادبیاں اور آپ کے حقوق یعنی محبت وعظمت کی ناقدریاں؛ بلکہ آپ ﷺ کے عالی مقام کے ساتھ جو گستاخیاں موجود ہیں، ان سب کو دفع کیا جائے اور ان تمام من گھڑت چیزوں سے آپ ﷺ کی ذاتِ عظیم کی برارت ظاہر کی جائے۔

صاحبِ واقعہ ایک سلسلۂ طریقت سے منسلک ہیں اور خواب میں رسول ﷺ کی زیارت کے بجائے بیداری میں دیکھنے کا ذکر کرتے ہیں، نیز توجہات کے حصول کا شوق ہے اور علمِ شریعت سے بے خبر ہیں، ایسی صورت میں نفس وشیطان کے مکروفریب کا خطرہ زیادہ لگا رہتا ہے اور ان کو بیجا مقام اور عہدہ کے دعویٰ میں مبتلا کردیتا ہے اور بعض لوگ بغیر دعویٰ کے اپنے مخصوص افکار کے لیے مبشرات وکشوف کو دلیل میں پیش کرتے ہیں اور اس کے مطابق یقین رکھتے ہیں: اس لیے اصل کتاب کے رد سے پہلے چند امور بطور مقدمہ کے لکھنا ضروری ہوا۔

مبشرات پر چند کتابیں

کتاب کے نام (درالحرمین فی مبشرات رسول الثقلین) سے ظاہر ہوتا ہے کہ ذکر کیے ہوئے واقعات کا تعلق خواب میں حضور ﷺ کی زیارت سے ہے؛ اس لیے کہ ایسے ہی خوابوں کو مبشرات کہا کرتے ہیں۔ اور ''مبشرات رسول'' پر اہلِ علم نے مستقلاً بھی کتابیں تالیف کی ہیں، جیسے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتاب ''فیوض الحرمین'' ہے اور شاہ ہدایت علی نقشبندیؒ کی ''فتوح الحرمین'' ہے۔ اور چوں کہ نبیِ اکرم ﷺ کی ذاتِ مبارکہ ہادیِ محض ہے؛ اس لیے خوش قسمت لوگوں کی زندگی کے مختلف احوال میں ہدایت ورہنمائی کے لیے اللہ تعالیٰ خواب میں آپ ﷺ کی زیارت سے مشرف فرماتے ہیں جو ایک بڑی سعادت ہے۔ یہ بھی نبی آخرالزماں ﷺ کی سیرت کا ایک خاص پہلو ہے: چنانچہ بعض اہل علم نے امت کے بیشمار عمدہ خوابوں میں سے قابلِ ذکر خوابوں کا انتخاب ''سیرت النبی بعداز وصال النبی'' کے نام سے شائع کیا ہے۔ اور خوابوں کی

تعبیر کے سلسلہ میں اس فن کے امام حضرت محمد بن سیرین تابعیؒ کی کتاب ''تعطیر الانام فی تعبیر المنام'' اور علامہ عبدالغنی نابلسی کی کتاب ''تعطیر الانام بتعبیر المنام'' اصولی اور بنیادی کتاب کی حیثیت رکھتی ہے اور خصوصاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت پر خواب یا بیداری میں محققین علمائے اسلام نے عمدہ کلام کیا ہے اور ہر زمانہ میں ایسے اہل علم و فضل گزرے ہیں جنھیں خوابوں کی تعبیر میں کمال حاصل تھا، مثلاً ماضی قریب میں مفتی اعظم ہند دارالعلوم دیوبند، فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ گزرے ہیں۔

کذب علی النبی کی وعید اور اس کی حرمت

إنَّ مَذْهَبَ أهْلِ الْحَقِّ أنَّ الْكِذْبَ هُوَ الإخْبَارُ عَنِ الشَّيْءِ بِخِلاَفِ مَا هُوَ عَمَدًا كَانَ أو سَهْوًا أو غَلَطاً (نووی) یعنی خارج میں جو حقیقت یا جو شئے جس طرح سے ہے، اس کے خلاف خبر دینا اگرچہ بلا ارادہ ہو ''کذب'' کہلاتا ہے اور قصداً ایسا کرنا گناہ کبیرہ ہے اور جاننا چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خلافِ واقعہ کوئی فعل، یا کلام کی نسبت کرنا یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بیان کرنا؛ حالانکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پیش نہیں آیا ہے، یہ کذب علی النبی کہلاتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولنا اکبر الکبائر میں سے ہے، اس پر جہنم کی سخت وعید آئی ہے۔

حدیث شریف میں ہے مَنْ حَدَّثَ عَنِّی حَدِيْثًا يرٰی أنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ احَدُ الكاذبين. جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کوئی بات نقل کرے دراں حالے کہ وہ سمجھ رہا ہے کہ خلاف واقعہ ہے تو یہ شخص جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے كَفیٰ بالمَرءِ كَذِبًا اَنْ يَقُولَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ ہر سنی ہوئی بات کو کہا کرے۔ اسی طرح یہ بھی حدیث میں ہے ان اَفرَی الفِریٰ اَن يُرِیَ عَينَيه مالم تَرَيا یعنی جو واقعہ خواب میں نہیں دیکھا ہے، اس کو خواب کی طرح بیان کرنا سب سے بڑا جھوٹ ہے۔ نیز حدیث شریف میں ہے لَا تَكْذِبُوا عَلَیَّ فَإنَّهُ مَن يَّكْذِبُ عَلَیَّ يَلِجُ النَّارَ، مجھ پر جھوٹ نہ بولو؛ اس لیے کہ جو شخص مجھ پر جھوٹ بولے گا، وہ جہنم میں داخل ہوگا، نیز حدیث شریف میں ہے إنَّ كذباً عَلَیَّ لَيْسَ كَكَذِبٍ علیٰ احدٍ فَمَنْ كَذَبَ عَلَیَّ مُتعمّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر جھوٹ بولنا ایک دوسرے پر جھوٹ بولنے کی طرح نہیں ہے، پس جس نے مجھ پر عمداً جھوٹ کہا تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔ یہ حدیث من كذب علی متعمدًا الخ متواتر ہے اور کذب علی النبی کی حرمت پر امت کا اجماع ہے، خواہ کذب کا تعلق احکام سے ہو یا فضائلِ اعمال

سے (مقدمہ مسلم مع شرح النووی) اور جب دین میں حرام ہے تو کسی شخص کی ذاتی فضیلت اور خصوصیت کے لیے جھوٹے واقعہ کی نسبت حضور ﷺ کی طرف کرنا بدرجۂ اولیٰ حرام ہوگا۔

❁ زیارتِ رسول ﷺ کی سعادت اختیاری نہیں ہے

خواب میں حضور ﷺ کی زیارت واقعی ایک عظیم سعادت اور معنوی دولت ہے حضور ﷺ نے فرمایا جس شخص نے مجھے خواب میں دیکھا، تحقیق کہ اس نے حق دیکھا یعنی واقعی اس نے حضور ﷺ ہی کو دیکھا، دوسری حدیث میں ہے جس شخص نے مجھ کو خواب میں دیکھا اس نے حقیقت میں مجھ کو ہی دیکھا؛ اس لیے کہ شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا، ایک اور حدیث میں ہے جس شخص نے مجھے خواب میں دیکھا، وہ عنقریب مجھے بیداری میں دیکھے گا؛ اس لیے کہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کرسکتا؛ لیکن یہ نعمت محض عطیۂ خداوندی ہے، بندہ کے کسب واختیار کو ہرگز دخل نہیں ہے (فیض الباری) اور ایمان وعملِ صالح نہ خواب کی شرط ہے، نہ ہی کفر وفسق اس کے لیے مانع ہے اور نہ ہی نبی کے اختیار میں ہے کہ وہ کسی کے خواب میں آکر اس کی بشارت وسعادت کا ذریعہ ہوں اور جب نبی کے اختیار میں نہیں تو کسی بھی ولی کو کب یہ اختیار مل سکتا ہے؟ بلکہ محض قادرِ مطلق، فاعلِ مختار اور علیم وخبیر ذات اپنے بندوں میں سے جس کو جب، جہاں اور جس قدر سعادت سے نوازنا چاہے، وہ اپنی قدرت وارادہ سے اس کے اسباب پیدا کردیتی ہے، خواب بھی ایک سبب بن جاتا ہے، جو من جانب اللہ پیش آتا ہے، اس کا نہ کوئی معمول ہے، نہ اس کے لیے کوئی زمان ومکان متعین ہے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں: جاننا چاہیے کہ جس کو بیداری میں یہ شرف نصیب نہ ہوا (جیسا کہ صحابۂ کرامؓ کو حاصل ہے) اس کے لیے بجائے اس کے خواب میں زیارت سے مشرف ہوجانا سرمایۂ تسلی اور فی نفسہٖ ایک نعمتِ عظمیٰ اور دولتِ کبریٰ ہے اور اس سعادت میں اکتساب کو اصلاً دخل نہیں ہے، محض موہوب ہے۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ (نشر الطیب ص ۱۹۳)

❁ بیداری میں زیارتِ رسول ﷺ کی اہلیت وصلاحیت

حضور ﷺ کی زیارت کرنے والوں کی چار حالتیں ہیں: (۱) حالت خواب میں چشمِ دل سے (۲) خواب وبیداری کی درمیانی حالت میں چشمِ دل سے (۳) بحالتِ بیداری چشمِ دل سے بطور مکاشفہ کے (۴) بحالتِ بیداری چشمِ ظاہر سے مکاشفہ کی انتہائی نادر صورت۔ خواب میں رسول اکرم ﷺ کی زیارت عوام وخواص ہر ایک کو ہوتی ہے۔ بیداری وخواب کی درمیانی حالت میں

زیارت اہلِ تقویٰ یعنی خواص امت کو ہوتی ہے۔ اور بیداری میں زیارت اگرچہ ممکن ہے؛ مگر یہ اخص الخواص لوگوں کو ہوسکتی ہے، جیسا کہ علامہ انور شاہ کشمیری کا بیان فیض الباری میں ذکر کیا ہے اور شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ نے مدارج النبوہ میں لکھا ہے۔ ان چاروں میں سے صرف پہلی صورت میں رویت (دیدار) کی ضامنت لی گئی ہے اور سماعِ کلام کی ضمانت کسی بھی حالت میں نہیں ہے۔

امام غزالیؒ "المنقذ من الضلال" میں صوفیائے کاملین کی بلیغ تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں فَإِنَّ جَمِيعَ حَرَكَاتِهِمْ وَسَكَنَاتِهِمْ فِي ظَوَاهِرِهِمْ وَبَوَاطِنِهِمْ مُقْتَبَسٌ وَلَيجس وَرَاءَ النبوةِ نورٌ يُسْتَضَاءُ بِهِ.... (إلىٰ أن قال) .... حَتىٰ أَنَّهُمْ فِي يَقْظَتِهِمْ يُشَاهِدُوْنَ الْمَلَائِكَةَ وَأَرْوَاحَ الْأَنْبِيَاءِ الخ: یعنی صوفیائے کاملین کی تمام حرکات وسکنات مشکوٰۃ نبوت سے منور ہوتی ہیں، یہاں تک کہ یہ حضرات بیداری میں فرشتوں اور انبیاء کی روحوں کا مشاہدہ کرتے ہیں (تنویر الحلک فی رویۃ النبی والملک من الحاوی للفتاویٰ)

وَفِي الْمَدْخَلِ لِابْنِ حَاجِ الْمَالِكِي: رُؤْيَةُ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْيَقْظَةِ بَابٌ ضَيِّقٌ وَقَلَّ مَنْ يَقَعُ لَهُ ذٰلِكَ إِلَّا مَنْ كَانَ عَلٰى صِفَةٍ عَزِيْزٍ وُجُوْدُهَا فِي هٰذَا الزَّمَانِ بَلْ عَدِمَتْ غَالِبًا مَعَ أَنَّنَا لَا نُنْكِرُ مَنْ يَقَعُ لَهُ هٰذَا مِنْ أَكَابِرِ الَّذِيْنَ حَفِظَهُمُ اللّٰهُ تعالىٰ فِي ظَوَاهِرِهِمْ وَبَوَاطِنِهِمْ، ابن حجر مکیؒ مدخل کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ بیداری کی حالت میں حضور ﷺ کی زیارت کا باب بہت تنگ ہے اور یہ سعادت نہیں ملتی؛ مگر ایسے اوصاف کے حامل کو کہ جن صفات کا ہونا موجودہ زمانہ میں نادر؛ بلکہ معدوم ہے، اس کے باوجود ہم انکار نہیں کرتے ان اکابر امت یعنی اخص الخواص حضرات کا جن کو اللہ تعالیٰ نے ظاہر وباطن میں معاصی سے محفوظ رکھا ہے اور انھیں بیداری میں زیارت نصیب ہوئی ہے (الفتاویٰ الحدیثیہ لابن حجر، ص ۲۱۲)

وہ صفات کیا ہیں، جن کا پایا جانا غیر ممکن نہیں تو معدوم ضرور ہے، ابن حاج مالکیؒ اور ابن حجر مکیؒ نے اسے یہاں بیان نہیں کیا ہے؛ البتہ فراستِ ایمانی یا مکاشفۂ روحانی کے لیے جو صفات ذکر کیے گئے ہیں، جیسا کہ آگے آرہا ہے، ان سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے، اور شیخ عبدالعزیز دباغؒ فرماتے ہیں: جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ سرکارِ دوعالم ﷺ کو بیداری میں دیکھتا ہے تو اس کے متعلق عارفین کا قول یہ ہے کہ اس کے دعویٰ کو دلیل کے بغیر قبول نہ کیا جائے اور وہ دلیل یہ ہے کہ وہ ایک کم تین ہزار مقام طے کرچکا ہو اور مدعی کو ان مقامات کے بیان کرنے کو کہا جائے۔ (مقدمہ

سیرت النبی بعداز وصال النبی ص ۴۱)

ابن حجر مکیؒ: مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَسَيَرَانِي فِي الْيَقْظَةِ کے متعلق احادیث بخاری کے شارح ابن ابی جمرہؒ کی بات نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں .... وَأَمَّا غَيْرُهُمْ فَيَحْصُلُ لَهُمْ ذٰلِكَ قَبْلَ ذٰلِكَ (الموت) بِقِلَّةٍ أَوْ بِكَثْرَةٍ بِحَسَبِ تَأَهُّلِهِمْ وَتَعَلُّقِهِمْ اِتِّبَاعَهُمْ لِلسُّنَّةِ إِذِ الإِخْلَالُ بِهَا مَانِعٌ كَبِيرٌ حاصل یہ کہ عوام کا تو کیا اعتبار خواص امت کے حق میں بھی موت سے پہلے بیداری میں رویتِ نبی ﷺ کے لیے اعلیٰ درجہ کی اہلیت اور کمال اتباعِ سنت کا ہونا ضروری ہے، اس لیے کہ سنت میں ادنیٰ کوتاہی بھی اس کے لیے بہت بڑا مانع ہے۔ (الفتاویٰ الحدیثیہ ص ۲۱۲)

❁ رویت صورتِ مثالیہ کی ہوتی ہے

جمہور علماء شریعت اور صوفیاء طریقت کے نزدیک زیارتِ رسول ﷺ جس حالت میں بھی ہو آپ ﷺ کی صورتِ مثالیہ کی ہوتی ہے نہ کہ حقیقی صورت کی جو قبرِ اطہر میں آرام فرما ہے۔ امام سیوطیؒ لکھتے ہیں هَلِ الرُّؤْيَةُ لِذَاتِهِ ﷺ بِجِسْمِهِ وَرُوحِهِ أَوْ لِمِثَالِهِ؟ الَّذِينَ رَأَيْتُهُمْ مِنْ أَرْبَابِ الْأَحْوَالِ يَقُولُونَ بِالثَّانِي وَبِهِ صَرَّحَ الْغَزَالِيُّ فَقَالَ لَيْسَ الْمُرَادُ أَنَّهُ يَرَىٰ جِسْمَهُ وَبَدَنَهُ بَلْ مِثَالًا. (تنویر الحلک) شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں: حاصل کلام یہ ہے کہ حضرت نبی رحمت ﷺ کو دیکھنا مثالی صورت میں ہے جیسا کہ خواب میں آپ کی مثال شریف کا دیدار ہوتا ہے، جاگتے میں بھی مثال شریف کا دیدار ہوتا ہے اور وہ مبارک وجود جو مدینہ منورہ میں قبر اطہر کے اندر آرام فرما ہے اور زندہ ہے، مثالی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ ایک وقت میں کئی مثالی وجود عوام کو خواب میں اور خواص کو جاگتے میں نظر آتے ہیں۔ سوال وجواب کے وقت قبر میں بھی آپ کی مثالی صورت ظاہر ہوتی ہے۔ (مدارج النبوہ ص ۱/۷۶، الفتاویٰ الحدیثیہ ص ۲۱۳)

پس تحقیق یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی رویت منامی کو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ آپ ﷺ کو بعینہٖ دیکھا؛ چونکہ کبھی تو آپ ﷺ کی صورت وروحانیتِ مبارکہ کی تمثالی حقیقت وصورت دکھائی جاتی ہے اور وہ ہم سے مخاطب بھی ہوتی ہے، تو کبھی روحِ مبارک خود ہی بدنِ مثالی کے ساتھ خواب میں آتی ہے (بوادر النوادر ص ۲۹۳)

اور متقدمین ومتأخرین میں سے بعض اکابر جو اس بات کے قائل ہیں کہ عین جسمِ اطہر جو روح مصطفیٰ ﷺ کا بدنِ مبارک ہے اور قبر شریف میں مستور ہے، اس کی زیارت ہوتی ہے تو یہ قول شاذ ہے۔

صورت مثالیہ کی شان اور مقام

حضرات صحابہؓ کو خاتم النّبیین ﷺ کی حیاتِ طیبہ اور ذاتِ مبارکہ اور جسمِ اطہر کو اپنی ظاہری آنکھوں سے مشاہدہ کرنے کا شرف حاصل ہے؛ مگر اس کے بعد تابعین سے لے کر آج تک (اور آئندہ بھی) لوگوں کو خواب میں دیدار کی جو سعادتِ عظمیٰ حاصل ہے (یا ہوگی) وہ سب آپ ﷺ کی صورتِ مثالیہ ہی کے دیدار سے وابستہ ہے۔ نبیِ کریم ﷺ کا قرب، روحانی ترقی کا زینہ، قیامت میں شفاعت کا استحقاق، حسنِ خاتمہ کی علامت، دخولِ جنت کا ایک سبب یہ سب بشارتیں اسی صورتِ مثالیہ کے ساتھ قائم ہیں۔ بیماروں کو صحت کی برکت، پریشان حال کو عافیت کی دولت، محبوسوں کو رہائی کا پروانہ اور لشکرِ اسلام کو فتح ونصرت کا مژدہ وغیرہ ہزاروں فوائد؛ غرض ہر طرح کے طالبِ صادق کو بذریعۂ خواب جو نعمتیں حاصل ہوئی ہیں، وہ سب اسی صورتِ مثالیہ ہی کی برکت ہے اور سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ شیطان کو نبی کی صورت میں متمثل ہونے کی قدرت نہیں دی گئی؛ اس لیے کہ آپ ﷺ کی شان ہادیِ محض ہے اور شیطان ضالِ محض ہے اور یہ صورت مثالیہ آلہ وآئینہ ہے ذات مبارکہ کی معنویت کے ظہور کا وَصَارَ ذٰلِكَ الْمِثَالُ آلَةً يَتَأَدّٰى بِهَا الْمَعْنٰى الَّذِيْ فِيْ نَفْسِهٖ (تنویرالحلک) لہٰذا صدق وعصمت کا لزوم اور محبت وعظمت کے حقوق، احترام وتوقیر کے احکام اس صورت مثالیہ کے ساتھ بھی واجب ہیں؛ بلکہ إِذَا لَمْ تُخَالِفْ حُكْمًا ظَاهِرًا مِنَ الشَّرْعِ حُسْنُ الْعَمَلِ بِهَا أَدَبًا مَعَ صُوْرَتِهٖ ﷺ (فیض الباری) کوئی فرمان ذیشان کا ظہور ہو اور (چونکہ شیطان آواز میں مشابہت کر کے مغالطہ دے سکتا ہے؛ اس لیے) ظاہری شریعت کے خلاف نہ ہو تو اسی صورتِ مثالیہ کے ساتھ ادب کا تقاضہ ہے کہ اس پر عمل کیا جائے۔ نیز بے ادبی اور گستاخی جائز نہ ہوگی؛ کیوں کہ صورت کی اہانت معناً ذاتِ رسول (ﷺ) کی اہانت کی طرف مشیر؛ بلکہ دلیل ہے؛ اس لیے کہ صورت کو ذات سے ملابست ہے حاصل یہ کہ آپ ﷺ کی صورتِ مثالیہ کو ذاتِ رسول ﷺ کا عنوان اور معنئ رسول کا ترجمان ہونے کی وجہ سے انتہائی اعلیٰ وارفع مقام حاصل ہے جو غیر نبی کی صورت کو نہیں ہے۔

رویت نبی ﷺ کی ضمانت اور دل کی شہادت

خواب میں زیارتِ رسول کی احادیث: (۱) مَنْ رَآنِيْ فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِيْ (۲) مَنْ رَآنِيْ فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَأَى الحق کے پیش نظر محققین اور جمہور علماء فرماتے ہیں کہ جس حُلیہ میں بھی دیکھا اور دل نے کہا کہ اس نے حضور ﷺ کو دیکھا تو واقعتاً اس نے حضور ﷺ ہی کو دیکھا ہے،

جو دیکھنے والے کے حق میں سعادت ہے، اس میں انسان کے اختیار کو دخل نہیں ہے۔ (فیض الباری ص۲۰۲/ ج ۱)

خواب میں زیارتِ رسول ﷺ کے متعلق کسی نے حضرت تھانویؒ سے سوال کیا کہ یہ کیسے معلوم ہو کہ یہ آپ ﷺ ہی ہیں؟ فرمایا کہ علمِ ضروری (بدیہی) کے طور پر اگر قلب گواہی دے دے کہ یہ آپ ﷺ ہی ہیں تو بس کافی ہے (سیرت النبی ص ۴۸/ نشر الطیب)

یعنی دیکھتے ہی بغیر تأمل کے دل میں آجائے کہ اس نے آپ ﷺ کو دیکھا تو یقیناً اس نے آپ ﷺ کو دیکھا: اس لیے خاتم النّبیین ﷺ کی معرفت اللہ تعالیٰ نے ہر انسان ہی نہیں؛ بلکہ کائنات کی ہر شے میں ودیعت فرمائی ہے، جیسا کہ احادیث و واقعات شاہد ہیں، مثلاً ابوجہل مٹھی میں کنکر لے کر آیا اور کہا اے محمد! بتاؤ میری مٹھی میں کیا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا میں کہوں کہ تیری مٹھی میں کیا ہے یا تیری مٹھی میں جو ہے وہی بتادے کہ میں کیا ہوں؟ بس کنکر نے کلمۂ شہادت پڑھا (دلائل النبوۃ) یہی وجہ ہے کہ خواب میں دیکھنے والے کا صرف یہ خیال کہ وہ حضور ﷺ کو دیکھ رہا ہے، حق ہونے کے لیے کافی ہے یعنی اس نے نبی کو ہی دیکھا ہے، پس یہ احتمال صحیح نہیں ہے کہ حضور ﷺ کو دیکھے اور نہ پہچانے۔ ورنہ زبانِ رسالت ﷺ سے صرف رویت کی ضمانت نہ ہوتی۔ (ملحوظ رہے کہ پیغمبر اعظم ﷺ نے اپنی رویت کے صحیح ہونے کی اطلاع دی ہے آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ جو کچھ میں خواب میں کہوں گا وہ بھی حق ہے (نوادراتِ کشمیری ص۲۹۲) یہ رویتِ نبی ﷺ کے متعلق ہے۔

❁ سماعِ کلام کی ضمانت نہیں ہے

جہاں تک کلامِ نبی کے سننے کا مسئلہ ہے تو فقہائے محدثین فرماتے ہیں کہ خواب میں دیکھنے والا اگر کچھ کلام بھی سنتا ہے تو اسے قرآن وحدیث پر پیش کیا جائے گا، اگر شریعت کے خلاف ہے تو اس کا اعتبار نہیں ہے۔ پس عمل قرآن وسنت ہی پر کیا جائے گا: اس لیے کہ شیطان کو نبی کی صورت گھڑنے کی تو مطلقاً قدرت نہیں ہے؛ مگر آواز میں تصرف کرسکتا ہے اور دیکھنے والے کے دل میں یہ خیال ڈال سکتا ہے کہ وہ یہ سمجھے کہ نبی کا کلام سن رہا ہے؛ کیونکہ حدیث شریف میں خواب میں رویت کی ضمانت لی گئی ہے، سماع کلام کی ضمانت نہیں ہے۔

(۱) علامہ انور شاہ کشمیری کا بیان ہے وَلَمَّا ضَيَّقَ الأَوَّلُوْنَ فِيْ رُؤْيَتِهِ وَقَيَّدُوْهَا بِتَقْيِيْدَاتٍ وَسَّعُوْا فِيْ اِعْتِبَارِ أَقْوَالِ الْحُلْمِيَّةِ بِخِلَافِ الْجُمْهُوْرِ فَإِنَّهُمْ إِذَا وَسَّعُوْا فِيْ أَمْرِ

الرُّوِيَةِ ضَيَّقُوا فِي اعتبارِ تِلْكَ الأقْوَالِ وَلٰكِنَّهَا تُعَرَّضُ عَلى الشَّرِيْعَةِ عِنْدَ جِمِيعِهِمْ فَإِنْ وَافَقَت قُبِلَتْ وَإِلَّا فَلاَ (فیض الباری ج۱،ص۲۰۳) یعنی خواب میں رویتِ نبی ﷺ کے متعلق سلف کی ایک جماعت کا نظریہ سخت احتیاط والا تھا کہ خواب میں حضور ﷺ کا دیکھنا اسی وقت معتبر ہوگا جب کہ دیکھنے والا اس حلیہ میں دیکھے جو شمائل میں مذکور ہے، اس میں ذرا بھی فرق آیا تو کہہ دیتے کہ اس نے نبی کو نہیں دیکھا، اتنی شدت وہ کلام میں نہیں کرتے تھے۔ بخلاف جمہور کے کہ انھوں نے رویت کے بارے میں وسعت کردی کہ خواب میں نبی کریم ﷺ کو جس حلیہ میں دیکھا اگر اس کے دل میں آیا کہ وہ نبی ﷺ کو دیکھ رہا ہے تو بس واقعی اس نے نبی کو دیکھا؛ البتہ سنے ہوئے کلام کے اعتبار میں شدت اختیار کرتے ہیں کہ دیکھنے والے نے جو کلام سنا ضروری نہیں کہ وہ نبی کا کلام ہو؛ کیوں کہ شیطان خواب میں بھی آواز میں مشابہت کرکے مغالطہ میں ڈال سکتا ہے؛ لیکن اس پر سب متفق ہیں کہ آپ ﷺ نے خواب میں جو کچھ فرمایا وہ شریعت کی کسوٹی پر پرکھے جائیں گے۔

(۲) شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں: علمائے محققین نے فرمایا کہ خواب میں حضرت رسول مقبول ﷺ سے سنا ہوا کلام آپ کی سنت کی کسوٹی پر پرکھنا چاہیے، اگر سنت کے موافق ہے تو صحیح ہے اور اگر مخالف ہے تو خواب میں دیکھنے والے کی سماعت کا قصور ہے (سیرت ص۳۳ بحوالہ فیض الباری)

(۳) شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ خواب میں رسولِ مقبول ﷺ کو دیکھنے سے متعلق کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ تو ممکن نہیں کہ شیطان خبیث اپنی صورت آپ کی سی صورت بنا سکے اور خواب میں دکھا سکے؛ البتہ مغالطہ دے سکتا ہے اور صحیح خواب میں بھی کبھی شیطان ایسا کرتا ہے کہ آپ کی آواز اور بات کے مشابہ شیطان بات کرتا ہے اور وسوسہ ڈالتا ہے (فتاویٰ عزیزی، ص ۳۸۵ بحوالہ مقدمہ سیرت، ص۴۲)

(۴) امام نوویؒ نے تہذیب الاسماء واللغات کے شروع میں حضور ﷺ کے خصائص میں لکھا ہے کہ شیطان آپ کی صورت اختیار نہیں کرسکتا؛ لیکن اس خواب دیکھنے والے نے اگر کوئی چیز خواب میں احکام سے متعلق سنی تو اس پر عمل جائز نہیں ہے، نہ اس وجہ سے کہ خواب میں کوئی تردد ہے؛ بلکہ اس وجہ سے کہ دیکھنے والے کا ضبط معتمد نہیں ہے (سیرت النبی ص ۴۵)

(۵) ابن امیر حاج مدخل میں لکھتے ہیں: اس سے بہت احتراز کرنا چاہیے کہ خواب میں یا

غیبی آواز سے جاگتے میں کسی ایسی چیز کی طرف قلب کوطمانینت اور سکون ہو جو صدر اوّل کے خلاف ہو (سیرت ص ۴۴)

(۶) فَمَا ثَبَتَ عَنْهُ يَقْظَةً لَا يُتْرَكُ بِمَا رأىٰ مناماً آپ ﷺ سے جو احوال اور احکام بیداری میں یعنی آپ کی حیاتِ طیبہ میں ثابت ہو چکے ہیں اسے خواب میں دیکھے اور سنے ہوئے کلام کے ذریعہ ترک نہیں کیا جائے گا (فیض الباری)

(۷) شاہ ہدایت علی جے پوری نقشبندیؒ لکھتے ہیں: جو کشف یا خواب یا آوازِ غیب، خلاف قرآن وحدیث پاک کے ہو وہ قطعی ماننے کے لائق نہیں اور جس کشف، ادراکِ خواب، یا واقعات کی تصدیق قرآن پاک اور حدیث شریف سے ہو وہ قابل ماننے کے ہیں۔ حضور ﷺ جو کچھ اس عالم شہادت میں فرما چکے ہیں، اس کے خلاف حضور ﷺ کبھی نہیں فرمائیں گے۔ اسی واسطے تمام علمائے حقانی وعرفائے ربانی کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اپنے کشف کو اپنے خوابوں کو قرآن وحدیث کی کسوٹی پر اور جو کسوٹی پر کھرے اترے وہی کھرے ہیں ورنہ کھوٹے (فتوح الحرمین ص ۵۵، ۵۸)

❁ زیارت رسول ﷺ چشم دل سے ہوتی ہے

سب جانتے اور مانتے ہیں کہ خواب میں زیارتِ رسول ﷺ چشم دل سے ہوتی ہے؛ اس لیے کہ نیند میں ظاہری آنکھ بند ہو جاتی ہے؛ البتہ خواصِ امت میں جن اکابر کو بیداری میں زیارت رسول ﷺ کی دولت حاصل ہوئی ہے، وہ چشم دل سے ہے یا چشم سر سے؟ چونکہ بیداری میں ظاہری آنکھ کھلی ہوتی ہے؛ اس لیے شبہ ہوتا ہے کہ شاید یہ زیارت ظاہری آنکھ سے ہو اس پر علامہ جلال الدین سیوطیؒ تنبیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں اَكْثَرُ مَا تَقَعُ رُؤْيَةُ النَّبِي ﷺ فِي الْيَقْظَةِ بِالْقَلْبِ ثُمَّ يَتَرَقَّىٰ إِلَىٰ أَنْ يَرَىٰ بِالْبَصَرِ وَقَدْ تَقَدَّمَ الْأَمْرَانِ فِي كَلَامِ الْقَاضِي أَبِي بَكْرِ بْنِ الْعَربِؒ "لٰكِنْ لَيجسَتِ الرُّؤْيَةُ الْبَصَرِيَّةُ كَالرُّؤْيَةِ الْمُتَعَارَفَةِ عِنْدَ النَّاسِ مِنْ رُؤْيَةِ بَعْضِهِمْ لِبَعْضٍ. یعنی زیارتِ رسول ﷺ جو بیداری میں [بعض خواص کو نصیب ہوتی ہے اکثر وہ قلب کے ذریعہ ہوتی ہے پھر اگر اس مقام سے بھی ترقی ہوتی ہے تو چشم سر سے بھی زیارت ہو جاتی ہے؛ لیکن یہ رویت بصری لوگوں کے نزدیک معروف طریقہ سے ایک دوسرے کو عام حالت میں دیکھنے کے مشابہ نہیں ہوتی ہے (تنویر الحلک / نوادرات کشمیری) حاصل یہ کہ حضور ﷺ کی رویت بہر حال قلب سے ہوتی ہے، اگرچہ بعض اہل ورع وتقویٰ کو بیداری میں بھی ہو جائے۔

خواب اور بیداری میں زیارت کا فرق

شیطان، نبی کی صورت اختیار نہیں کرسکتا نہ خواب میں اور نہ بیداری میں اور حضور ﷺ کا دیدار بیداری میں بھی ممکن ہے تو پھر دونوں رویت میں کیا فرق ہے؟ ملاحظہ ہو: قطب الاقطاب شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ نے ایک مرتبہ فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ سے پوچھا: مفتی جی! خواب اور بیداری میں حضرت نبیِ اکرم ﷺ کے دیدار میں کیا فرق ہے؟ حضرت مفتی صاحبؒ نے جواب دیا کہ خواب میں دیکھنے کا اعتبار ہے، بیداری میں نہیں۔ شیخ الحدیثؒ نے پوچھا تو کیا شیطان بیداری میں حضور ﷺ کی صورت بنا سکتا ہے؟ حضرت فقیہ الامتؒ نے فرمایا کہ شیطان کو بیداری میں بھی نبی کی صورت بنانے کی قدرت نہیں ہے؛ لیکن خواب میں دیکھنے پر ضمانت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''جس نے مجھے خواب میں دیکھا واقعی اس نے مجھ کو ہی دیکھا ہے'' بیداری میں دیکھنے پر یہ ضمانت نہیں ہے؛ اس لیے یہ ممکن ہے کہ بیداری (مکاشفہ وغیر مکاشفہ) میں کوئی شخص کسی بزرگ صورت کو دیکھے اور شیطان دیکھنے والے کی قوتِ متخیلہ میں یہ تصور پیدا کردے کہ وہ حضور ﷺ کو دیکھ رہا ہے جب کہ خواب میں دیکھنے والے کے دل میں شیطان یہ خیال بھی نہیں ڈال سکتا ہے یعنی خواب میں نبی ﷺ کی رویت پر جو القاء ہوتا ہے کہ اس نے نبی کو دیکھا یہ اللہ ہی کی طرف سے ہوتا ہے نہ کہ شیطان کی طرف سے اور بیداری میں یہ حفاظت نہیں ہے۔

بیداری میں فرشتہ کو دیکھنا

انبیائے کرام چوں کہ صاحبِ وحی ہوتے ہیں؛ اس لیے وہ فرشتوں کو دیکھتے ہیں، جیسا کہ احادیث اور واقعات شاہد ہیں، انبیاء کے علاوہ مومنین کے لیے فرشتہ کی رویت ہوسکتی ہے یا نہیں تو امام جلال الدین سیوطیؒ نے اس موضوع پر ''تنویرُ الحَلِكِ فی رویةِ النبی والمَلِكِ'' میں احادیث و آثار کے ذریعہ امکان ثابت کرکے چند صحابۂ کرامؓ کے واقعات ذکر کیے ہیں اور بطور خلاصہ لکھا ہے کہ تیرہ صحابۂ کرامؓ نے فرشتوں کو دیکھا ہے اور غیر صحابۂ کرامؓ میں چند اربابِ احوال کے دیکھنے کا ذکر کیا ہے، بہر حال امام سیوطیؒ علوم میں تبحر رکھنے کے ساتھ اونچے مقام کے صاحبِ ولایت بھی تھے۔ ان کی تحقیق کے مطابق فرشتوں کو دیکھنا، اگرچہ ممکن ہے؛ لیکن اس کا وقوع ایسے ہی مومن کامل کے لیے ہوسکتا ہے جو صالحیت میں بلند مقام پر ہو؛ چنانچہ جن حضرات کے واقعات لکھے ہیں، وہ ایسے ہی درجہ کے لوگ تھے، یہی وجہ ہے کہ آج تک ہزاروں اولیاء اللہ گزرے ہیں؛

مگر گنتی کے چند ہی ہوں گے، جن کو زندگی بھر میں ایک یا دو مرتبہ ہی فرشتہ کا دیدار ہوا ہو۔

فراست ومکاشفہ کی لیاقت

فراست کی دو قسمیں ہیں، ایک جو تجربہ سے حاصل ہو، دوسری قسم جو نورِ یقین سے حاصل ہو اور یہ نور پیدا ہوتا ہے، نفس کو اخلاق ردّیہ سے تزکیہ کرنے اور قلب کو صفاتِ ذمیمہ سے صفائی کرنے سے؛ خلاصہ یہ کہ فراست ایمانی انوار ربانی کے ذریعہ مغیبات (وہ امور جو حواسِ ظاہرہ سے پوشیدہ ہیں) کا مشاہدہ کرنے کا نام ہے۔ (مفتاح السعادۃ)

آگے صاحب مفتاح السعادۃ لکھتے ہیں اِنَّ مَن کان مُراقِبًا احوالَه وأنفاسَه، مُجتنِبًا عَنِ المَعَاصِیِ صغائرِها و کبائرِها، مُتخلِّقًا بالأخلاقِ النبویةِ، مُتحلِّیًا بالآداب المصطفویةِ، وَلَا یریٰ الخیرَ والشرَ والنفعَ والضرَّ إلاّ مِنَ اللّٰه تعالیٰ، ولا یلتفتُ إلی مخلوقٍ لعرض حاجته ولا یعتمد علیه طرفةَ عینٍ تکون فراسته کالشمس ساطعة أنوارها لامعة أضواؤها ینطق بالصدق ویقول الحق (ص۳۱۱ ج۱) یعنی جو شخص (۱) اپنے احوال اور سانسوں کی نگرانی رکھنے والا ہو یعنی شریعت کا پابند ہو اور لایعنی میں کوئی لمحہ ضائع نہ ہو (۲) صغائر وکبائر ہر قسم کے معاصی سے بچنے والا ہو (۳) ظاہری اخلاق نبوی سے آراستہ ہو یعنی اتباعِ سنت کا اہتمام کرنے والا ہو (۴) باطنی آدابِ مصطفوی سے مزین ہو (۵) نیکی وبدی، نفع وضرر ہر شئے کو صرف اللہ کی طرف سے ہونے کا استحضار ہو (۶) اور اپنی ضرورت پیش کرنے کے لیے مخلوق کی طرف توجہ نہ کرے یعنی اللہ ہی کی طرف رجوع کرے (۷) اور مخلوق پر لمحہ بھر کے لیے بھی اعتماد نہ کرے تو ایسے مومن کی فراست انتہائی روشن ہوگی؛ چنانچہ حدیث شریف میں ہے اِتَّقُوا فِرَاسَةَ المُؤمِنِ فَإنَّهٗ یَنْظُرُ بِنُورِ اللّٰهِ کامل مومن کی فراست سے بچو؛ اس لیے کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

امام غزالی فرماتے ہیں المُکَاشَفَةُ: هِيَ الإطِّلَاعُ عَلیٰ مَاوَرَاءِ الْحِجَابِ مِنَ الْمَعَانِيْ الْغَیبِیَّةِ وَالأمُورِ الْحَقِیقِیَّةِ یعنی مکاشفہ نام ہے معانی غیبیہ اور امور حقیقیہ پر مطلع ہونے کا (جن کا ادراک حواسِ ظاہرہ سے نہیں ہوسکتا) پس فراست ہو کہ مکاشفہ دونوں میں ادراک ومشاہدہ قلب سے ہوتا ہے؛ چنانچہ ارباب تصوف کے یہاں یہی مشہور اور مسلم ہے۔ حضرت مخدومِ جہاں شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ فرماتے ہیں: قاعدہ کی بات ہے کہ جو چیز حواس ظاہر سے غیبت میں ہوتی ہے نورِ بصیرت کے بغیر اس کو نہیں دیکھ سکتے (معدن المعانی ص۸۲)

مراقبہ اور توجہ

مراقبہ کے لغوی معنیٰ ’’نگرانی کرنا‘‘ ہے، ارباب تصوف کے یہاں کسی شے کا تصور اس قدر کیا جائے کہ دل میں اس شے کا استحضار پیدا ہو جائے، جیسے مراقبۂ موت، مراقبۂ آیت اَلَمْ یَعْلَمْ بِأَنَّ اللّٰہَ یَرٰی وغیرہ۔ معلوم ہوا کہ مراقبہ حصولِ استحضار کا ایک ذریعہ ہے۔

دل میں ہے تصویرِ یار جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

مگر چوں کہ مراقبہ کی بنیاد تصور ہے اور شیطان کے لیے تصرف کا راستہ کھلا ہوا ہے؛ اس لیے روحانیت کا حصول مراقبہ کے ذریعہ کمزور ہے۔ پس جب کہ شریعت میں خواب حجت نہیں ہے تو مراقبہ جو کہ بحالتِ بیداری ذہنی تصور ہوتا ہے، وہ کہاں قابلِ اعتماد ہو سکتا ہے؛ چنانچہ حضرت فقیہ الامت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ نے ایک مرتبہ دورانِ سفر بمبئی کے قیام میں ایک مجلس میں (اور راقم الحروف حاضر تھا) وعظ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ’’بعض لوگ یہ سوچتے ہیں کہ مراقبہ کے ذریعہ صاحبِ قبر سے استفاضہ کریں گے؛ حالانکہ جب زندہ پیر سے استفادہ کی صلاحیت نہیں رکھتے تو مردہ پیر سے کس طرح استفاضہ کریں گے، پھر فرمایا کہ آدمی آنکھ بند کر کے سر جھکائے (مراقبہ کی حالت میں) بیٹھے یہ سمجھے گا کہ اللہ کی طرف سے معانی کا القاء ہو رہا ہے، یا صاحب قبر کی طرف سے فیض پہنچ رہا ہے؛ حالانکہ وہ گروگھنٹال (شیطان) اس کے قلب ودماغ پر تصرف کر رہا ہوتا ہے۔‘‘ حضرت کا منشا مرشد سے اس کی زندگی میں استفاضہ پر ابھارنا اور مراقبہ سے استفادہ پر خطرہ سے آگاہ کرنا ہے۔ مراقبہ کے ذریعہ استفادہ ہونے کا انکار نہیں ہے؛ چنانچہ اگر زائر مراقب صاحب نسبت ہو اور صاحب مزار بھی صاحب نسبت ہو اور دونوں کی نسبت میں تناسب ہو تو مراقبہ سے نفع متوقع ہے (بوادر النوادر ص ۸۵ ج ۲) اور کبھی استحضار کی کیفیت کو بھی مراقبہ سے تعبیر کرتے ہیں (روح تصوف ترجمہ رسالہ قشیریہ)

نیز اصلاح وافادہ کا اصل ومفید طریقہ وعظ وتذکیر ہے جس کا نافع ہونا نص قطعی سے ثابت ہے اور جس کا اثر دائمی ہوتا ہے، اس کے بالمقابل ’’توجہ‘‘ سے اگرچہ مقصد حاصل ہو جاتا ہے؛ لیکن اس کا اثر عموماً وقتی اور عارضی ہوتا ہے گویا توجہ سے عارضی اصلاح ہوتی ہے نیز توجہ کا تعلق ریاضت ومشق سے ہے پس اگر کوئی غیر مسلم ریاضت کرتا ہے تو اسے بھی یہ چیز حاصل ہو جاتی ہے، جس کو مسمریزم سے تعبیر کرتے ہیں، لہٰذا توجہ کو مسمریزم سے مشابہت بھی ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اہل اللہ اپنے قلوب کے روشن ہونے کی وجہ سے اہلِ توجہ بھی ہوتے ہیں، اس کے باوجود طریقۂ

اصلاح میں ''توجہ'' سے احتیاط کرتے ہیں؛ مگر بوقتِ ضرورت اور بقدرِ ضرورت۔

دین اور نسبت کے تحفظ کا ذریعہ

ہاں! اگر بحالتِ مراقبہ یا بغیر مراقبہ کے کسی غیبی امر کا کشف ہوتا ہے تو پھر صاحبِ کشف میں وہ لیاقت ہونی چاہیے جس کا ذکر اوپر کیا گیا؛ اس لیے کہ کشف کا بغیر شریعت کے کوئی اعتبار نہیں، چنانچہ مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب الہ آبادیؒ نے اپنے مرشد حضرت حکیم الامتؒ کے حوالہ سے فرمایا کہ: حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ''التنبیہ الطربی'' میں شیخ محی الدین ابن العربی کا یہ قول نقل فرمایا ہے کہ وَاعْلَمْ اَنَّ تَقْدِيْمَ الْكَشْفِ عَلَى النَّصِّ لَيْسَ بِشَيْءٍ عِنْدَنَا لِكَثْرَةِ اللَّبْسِ عَلٰى أَهْلِهٖ وَإِلَّا فَالْكَشْفُ الصَّحِيْحُ لَا يَأْتِي قَطُّ إِلَّا مُوَافِقًا لِظَاهِرِ الشَّرِيْعَةِ جاننا چاہیے کہ کشف کی تقدیم نص پر ہمارے نزدیک محض باطل ہے؛ کیونکہ اہلِ کشف کو کثرت سے اشتباہ ہوجاتا ہے ورنہ کشفِ صحیح (اشتباہ سے خالی) ہمیشہ ظاہر شریعت کے موافق ہوتا ہے۔ شیخ اکبر نے اس میں ایک نہایت ہی اہم اور ضروری اصول کی جانب تنبیہ فرمائی ہے، وہ یہ کہ کشف کا درجہ بتلایا ہے کہ یہ شریعت کے تابع ہے اور شریعت اس پر مقدم ہے اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ کشف میں صاحبِ کشف کو اکثر و بیشتر التباس ہوجاتا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہی حال اور دیگر اسبابِ علم کا بھی ہے، مثلاً مشاہدہ اور عقل کہ اس میں بھی التباس ہوتا ہے؛ چنانچہ مشاہدہ بھی کبھی غلط ہوجاتا ہے اور عقلاء کے درمیان بھی بعض مرتبہ شدید اختلافات رونما ہوجاتے ہیں اسی لیے مدارِ کار شرع ہوئی، نہ کہ عقل اور کشف وغیرہ اس لیے اس پر یقین نہیں کیا جاسکتا کہ یہ رحمانی اور ربانی ہی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ شیطانی ہو؛ لیکن ظاہری صورت چوں کہ دونوں کی یکساں ہوتی ہے؛ اس لیے صاحب کشف کبھی شیطانی کو بھی رحمانی سمجھ لیتا ہے اور دھوکہ میں پڑکر اپنے مقام سے گرجاتا ہے، اس کی مثال کہ یہ التباس کیسے ہوتا ہے شیخ اکبر ہی کے کلام سے جسے علامہ شعرانیؒ نے الیواقیت والجواہر میں نقل فرمایا ہے، بیان کرتا ہوں (شیطان کا شیخ عبدالقادر جیلانی کو گمراہ کرنے کا عبرت آموز تفصیلی واقعہ) اب بطور نتیجہ کے میں کہتا ہوں کہ اس سے صاف معلوم ہوا کہ بزرگوں اور صوفیوں پر جو شیطان کا داؤ چلتا ہے، وہ شریعت سے تمسک نہ کرنے ہی کی وجہ سے؛ چنانچہ جو صوفی شریعت سے جس قدر زیادہ دور ہوگا، اسی قدر جلد وہ شیطان کا مسخرہ بن سکے گا اور جو اس پر مستقیم ہوگا، وہ اسی قدر اس سے محفوظ رہے گا۔ (معارف مصلح الامت ص ۱۸۱ ج ۱)

❁ طریقت بغیر شریعت کے معتبر نہیں ہے

قرآن وحدیث کے جو احکام انسان کے ظاہر اعمال سے متعلق ہیں، یہاں تک کہ ظاہر وپوشیدہ گناہوں کا ترک کرنا اور اخلاقِ حمیدہ سے آراستہ ہونا، یہ سب شریعت کہلاتے ہیں اور یہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک قبولیت کا مدار اور آخرت میں کامیابی کا معیار ہے؛ اس لیے شریعت سے بے نیازی تو کبھی بھی نہیں ہوسکتی۔ اور جب شریعت زندگی کے تمام شعبوں میں عملی طور نمایاں ہو تو اسی کو طریقت کہتے ہیں اور طریقت میں جب ترقی ہوتی ہے تو حقیقت تک رسائی ہوتی ہے۔ بہرحال شریعت روحانی قرب کا زینہ ہے، اس کے بغیر طریقت وحقیقت کا کوئی اعتبار نہیں۔ صاحب نسبت ہوجانے کے بعد بھی اعمالِ شریعت لازم وضروری ہے یہی وجہ ہے کہ محققین اولیاء، خاص کر مخدوم جہاں شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ اور مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ نے اپنے مکتوب میں خلفاء، مریدین اور متعلقین کو شریعت کے تمسک یعنی مضبوطی سے عمل کرنے پر خاص زور دیا ہے۔ اور مخدوم جہانیاں جہاں گشت سید جلال الدین بخاری متوفی ۷۸۵ھ جن کو بیس مشائخ سے خرقۂ خلافت حاصل تھی، فرماتے ہیں: جب تک کوئی شریعت کو مضبوط نہ پکڑے گا، ہرگز حقیقت کو نہ پہنچے گا۔ ایک موقع پر فرمایا: جو شخص شریعت سے عاری (خالی) ہے، وہ طریقت وحقیقت کو نہیں جان سکتا ہے (اقوالِ سلف ص ۹۰ ج ۴)

❁ کذب علی النبی ﷺ کا ردشرعاً واجب ہے

شروع میں گزرچکا ہے کہ کسی امر خلاف واقع کی آپ ﷺ کی طرف نسبت کرنا دراں حالے کہ اس کا ثبوت نہ ہو یہ کذب علی النبی کہلاتا ہے اور قصداً ایسا کرنا اکبرالکبائر میں سے ہے؛ چوں کہ شریعتِ غراء وملت بیضاء پر کذب علی النبی کے گردوغبار سے دھندلا پن آنے لگاتا ہے؛ اس لیے دین وشریعت کی صیانت وحفاظت کی خاطر کذب علی النبی کا ردشرعاً واجب ہے، یہی وجہ ہے کہ موضوع اور جھوٹی روایتوں کی تفتیش اور تعیین کے لیے راویانِ حدیث کے احوال کی تحقیق اور ان پر نکیر کرنا ضروری قرار پاتا ہے کہ صحیح اور سقیم کے درمیان تمیز ہوجائے (مقدمہ فتح الملہم ص ۶۷، ج ۱)

پس جس طرح اللہ تعالیٰ نے تکوینی طور پر اپنے حبیب ﷺ کے جسمِ اطہر واطیب کو (ذباب یعنی) مکھی کے بیٹھنے سے کہ اس کے پیر یا پر یا منھ میں ذرہ کے برابر گندگی کا احتمال ہے محفوظ فرمایا اسی طرح شریعت بیضاء وغراء کو جو کہ آپ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ سے صادر ہونے والے اقوال وافعال اور احوال واطوار کا مجموعہ ہے، اسے اکاذیب واساطیر (جھوٹی اور من گھڑت باتوں) سے

جو کہ معنوی مکھیاں ہیں، محفوظ رکھنا تشریعی طور پر ضروری قرار پایا (مقدمہ فتح الملہم ص ٦٧) چنانچہ ائمہ حدیث نے ایسے مؤمنین پر بھی جرح فرمایا ہے جو عبادت و ریاضت اور اخلاص وتقویٰ کی وجہ سے مقبول تھے، پس باوجودیکہ عام حالت میں کسی مؤمن کی غیبت کرنا یا اس پر بہتان لگانا جائز نہیں ہے؛ مگر تحفظِ شریعت فرض ہونے کی وجہ سے ایسا کرنا نہ غیبت محرمہ میں داخل ہے اور نہ ہی بہتان کہلاتا ہے۔ (مقدمہ مسلم ص ۱۲)

دفاع رسول شرعاً ضروری ہے

قرآن پاک عظمتِ رسول کے بیان سے بھرا ہوا ہے، مثلاً سورۂ اعراف آیت ۱۵۷ میں اہلِ کتاب کو ان کی طرف سے نبی آخر الزماں ﷺ پر ایمان لانے کے بعد آپ کی تعظیم ونصرت پر کامیابی کی خبر اور سورۂ فتح آیت ۹ میں پوری امت کو رسول اکرم ﷺ پر ایمان کے بعد آپ کو قوت پہنچانے اور آپ کی تعظیم کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور سورۂ حجرات میں رسول اللہ ﷺ کا حق تعظیم یہاں تک بتایا گیا ہے کہ نبی کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرو۔ اور احادیث صحیحہ تو کثرت سے ہیں جن میں عظمتِ رسول کو مختلف انداز سے بیان کیا گیا ہے، بہرحال تعظیم رسول ﷺ قرآن وحدیث کی تصریحات کی روشنی میں فرض اور ضروری ہے اور ہر وہ قول یا فعل جو عظمت رسول کے خلاف ہو وہ جائز نہیں ہے، خواہ طعن وتشنیع ہو، یا استہزاء وتمسخر ہو، عیب جوئی و بہتان تراشی ہو یا پھر سب وشتم ہو یا کسی بھی طرح کی ایذا رسانی ہو غرض صاحب رسالت ﷺ کی تحقیر وتوہین کی جو بھی صورت ہو سب حرام وناجائز ہے اور اس کا دفع کرنا اور ذات اقدس ﷺ کی طرف سے دفاع کرنا واجب ہے، چنانچہ دیکھیے آپ ﷺ نے کفار کے ہجو (بدگوئی) کا جواب دینے کے لیے حضرت حسان بن ثابتؓ (شاعر اسلام) کو حکم دیا اور تائید خداوندی کی بشارت سنائی۔ استہزاء وتمسخر کرنے والوں پر بددعا کرنا بھی ثابت ہے اور سب وشتم کرنے والوں میں سے بعض کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور آپ پر طعن وتشنیع کرنے والوں میں سے بعض سے خود صحابہ نے انتقام لیا ہے۔ علامہ ابن تیمیہؒ نے (الصارم المسلول علی شاتم الرسول ﷺ) میں قرآن وحدیث کے حوالہ سے تفصیل کے ساتھ کلام کیا ہے۔ حاصل یہ کہ کسی کے قول یا فعل یا حکایت سے رسول اکرم ﷺ کی ذات اقدس کے ساتھ توہین کا سلوب پایا جائے تو اس کا دفاع شرعاً ضروری ہے۔

فضلِ الٰہی کا موقع ومحل

فضل الٰہی اللہ قبضہ قدرت میں ہے، وہ جس کو چاہے اپنے فضل سے نواز دے اس کا فضل

انسان کے حسب یا نسب کے ساتھ خاص نہیں ہے اور نہ ہی کسی نسل کے ساتھ۔ یہود کی ایک بنیادی غلطی یہ بھی تھی کہ وہ فضل الٰہی کا حقدار اور مستحق صرف اپنی قوم یہود کو سمجھتے تھے اس لیے قرآن پاک نے ان کی تردید کی ہے۔ اس کے برعکس کسی عامی شخص کا اپنے احوال کو فضل الٰہی سمجھ لینا اور پھر آیت کریمہ ذلك فضل الله يوتيه من يشاء کو دلیل میں پیش کر دینا یہ بھی صحیح نہیں ہے؛ کیونکہ مشیتِ خداوندی اگرچہ جس کو چاہتی ہے فضل سے نواز دیتی ہے؛ مگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل کی نوازش کے لیے ایسے محل (شخص) کا انتخاب کرتے ہیں جس میں لیاقت پائی جاتی ہے؛ اس لیے کہ کسی چیز کا بے محل رکھنا اللہ تعالیٰ کی صفتِ عدل وحکمت کے خلاف ہے اور عقلاً بھی غلط ہے۔ قرآن پاک میں ہے اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں اس جگہ کو جہاں اپنا پیغام رکھتے ہیں یعنی جس شخص کو اپنے فضل سے نوازتے ہیں۔

❁ راہ سلوک کے گرد وغبار

تبعِ تابعین کے دور سے ہر زمانہ میں کچھ ایسے افراد بھی ہوتے رہے ہیں جو شریعت کی پابندی کے بغیر؛ بلکہ خلاف شریعت کچھ ریاضت ومجاہدہ کے ذریعہ صاحب حال بن گئے؛ مگر شیطانی ونفسانی احوال کو ربانی ورحمانی احوال سے فرق نہ کر سکے تو احوال شیطانی کو فضل الٰہی سمجھ کر انھیں عالی مقام کے حصول کا دھوکہ ہوگیا اور عام لوگوں پر احوال عجیبہ واقوال غریبہ ظاہر کرنے لگے پھر اپنی اس صنعت وکاروبار کو طریقت کا نام دے کر گروہ صوفیاء میں داخل ہوگئے۔ درحقیقت ایسے ہی لوگ احسان وتزکیہ کے روشن چہرہ کے لیے بدنما داغ اور تصوف کے ریشمی قباء پر غبار بن کر چڑھ گئے، اللہ رب العزت نے اپنی حکمت وقدرت سے تزکیہ واحسان کی راہ کو شیطانی گرد وغبار اور خس وخاشاک سے پاک وصاف کرنے کے لیے ارباب بصیرت افراد پیدا فرمائے۔ چنانچہ علمائے ربانی وصوفیائے حقانی نے شریعت حقہ کی روشنی اور قوت سے ایسے فریب خوردہ لوگوں کی غلط بیانی کو واضح کیا اور شریعت کے خلاف تصوف کو باطل قرار دیا؛ تاکہ طریقت کے رہرو کو منزل کی تلاش میں دشواری نہ ہو؛ لیکن بعض مرتبہ تصوف کے ذریعہ دنیوی منفعت حاصل کرنے والوں نے اپنے غلط اطوار سے باز آنے اور توبہ کرنے کے بجائے اپنے آپ کو اہل باطن کہہ کر چھپانے کی کوشش کی اور علمائے حقانی کو اہل ظاہر کا نام دے کر شریعت کی مخالفت کی پرواہ نہیں کی اور اپنے فاسد نظریات اور غلط روش پر قائم رہے اور یہ بھی شیطانی فریب ہے۔

❁ شیطانی تصرف ایک ناقابل انکار حقیقت ہے

عن زينب امرأةِ عبدِ الله بن مسعودؓ ان عبد الله رَأىٰ فِيُ عُنُقِيُ خَيطاً فقال: ماَ

هٰذا فقلت: خيط رُقِيَ لي فيه قالت فاخذه فقطعه .... إلى أنْ .... فقال عبد الله إنَّما ذٰلِكَ عَمَلُ الشَّيْطَان كانَ يَنْخسُهَا بيَدِهٖ (ابوداوٗد)

مولانا بدر عالم میرٹھیؒ لکھتے ہیں: اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان انسانی اجسام میں اس قسم کے تصرفات بھی کرسکتا ہے....احادیث سے شیاطین کے بہت سے تصرفات ثابت ہیں۔ استحاضہ کو شیطان کا اثر کہا گیا ہے، برے خوابوں میں ان کا دخل تسلیم کیا گیا ہے، نماز اور وضو میں وساوس ڈالنا، مال چرا کر لے جانا، بچہ کی پیدائش کے وقت اس کا چھیڑنا...ان میں قدرِ مشترک شیطانی تصرف ایک نا قابلِ انکار حقیقت ثابت ہوتی ہے۔اس حدیث سے ایک اور اہم بات یہ بھی ثابت ہوتی ہے کہ گمراہی کا سبب جس طرح شیطانی وساوس ہوتے ہیں اسی طرح بعض مرتبہ اس قسم کے شیطانی تصرفات بھی ہوجاتے ہیں۔(ترجمان السنة، ج ۲، ص ۴۱۹)

امام العصر علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ شیطان انسانی اجسام میں تصرف کرتا ہے جیسا کہ جن تصرفات کرتے ہیں فَكَمَا أَنَّ الْجِنَّ يَرْكَبُ الإنْسَانَ وَيُصْرِعُهٗ ثُمَّ يَتَكَلَّمُ بِلِسَانِهٖ كَذٰلِكَ يَفْعَلُ الشَّيْطَانُ أيْضاً پس جس طرح جن انسان پر سوار ہوجاتا ہے اور اسے پچھاڑ دیتا ہے پھر اس کی زبان میں بات کرتا ہے، اسی طرح شیطان بھی کرتا ہے۔(فیض الباری ج ۲ ص ۱۱۵)

فاتی والا کی کتاب کا رد کیوں؟

فاتی والا نے جو حکایتیں بیان کیں اور کتاب ''درالحرمین'' میں درج کی گئی ہیں ان میں یہ دو باتیں بالکل ظاہر ہیں: (۱) حضور ﷺ کی طرف جھوٹ کی نسبت اور یہ کثرت سے ہے (۲) حضور ﷺ کی شخصیت عظمیٰ کے ساتھ اہانت اور گستاخی کا سلوک اور یہ بھی کتاب میں بہت ہے؛ چونکہ جناب شوکت حسین فاتی والا کے ساتھ جو واقعات پیش آئے ہیں، وہ سب شیطان کے تیار کردہ ہیں؛ تاکہ طریقت کی راہ سے ایک فتنہ کھڑا ہوجائے، لہٰذا کتاب کا رد کرنا ضروری ہوا۔

اللہ تعالیٰ فتنوں سے امت مسلمہ کی حفاظت فرمائے، آمین!

❀ ❀ ❀